© rasailojaraid.com

اسلام اور جدید سائنس نئے تناظر میں

عقلی موشگافیاں اور دینی مزاج

ظفر اقبال

حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سباء کو اس دور کے علم کے مطابق دعوت دین نہیں دی بلکہ اسے مابعد الطبیعیاتی حقائق کی بنیاد پر دین کی دعوت دی، شیشے کا فرش اس کے لیے بچھایا گیا کہ وہ حقیقت اور ظاہر میں فرق سمجھ سکے اور حقیقت الحقائق کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے ، اس ظاہری دنیا کے حجاب میں مستور نور ازلی وابدی کو پہچان لے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جائے: قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [۲۷:۴۴]۔ وہ سمجھی کہ اسے پانی سے گزرنا ہے اس نے پائنچے اوپر چڑھا لیے تب اسے بتایا گیا کہ یہ شیشے کا فرش ہے اور وہ اس استعارے کا مطلب لمحے میں سمجھ گئی کہ حقیقت ارد گرد اور سامنے حاضر و موجود ہو کر بھی اس سے اسی طرح مستور تھی لیکن حجاب علم حجابِ حقیقت بن گیا تھا، شیشے کے فرش نے بتا دیا کہ چیزیں دیکھنے میں کچھ اور ہوتی ہیں لیکن ان چیزوں کی حقیقت فی الحقیقت کچھ اور ہوتی ہے اور حضرت سلیمانؑ نے دعوت دین کے ذریعے اسے اس حقیقت ازلی وابدی سے واصل کر دیا، اسی لیے رسالت مآبؐ نے دعا فرمائی کہ "اے اللہ مجھے چیزوں کو ویسا ہی دکھا جیسا کہ وہ حقیقت میں ہیں"۔ حضرت ابراہیمؑ اور نمرود میں مکالمہ ہوا تو حضرت ابراہیمؑ نے دلیل دی کہ زندگی اور موت میرے رب کے اختیار میں ہے نمرود نے کہا زندگی اور موت میرے اختیار میں ہے حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ نمرود کا اشارہ کس طرف ہے انھوں نے دلیل بدل دی اور کہا کہ میرا رب سورج مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال کر دکھا دے: "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" [۲:۲۵۸] انھوں نے یہ معجزہ نہیں دکھایا کہ مردے کو زندہ کر دیتے اور نمرود کے دعوے کا فوری جواب دیتے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ اس کی یہ قوت کہ پھانسی کے مستحق قیدی کو رہا کر دے اور کسی مظلوم کو قتل کر دے سلب کرے اور اسے اس قوت کے استعمال سے پہلے دنیا سے اٹھا لے تاکہ اس کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے، حضرت ابراہیمؑ کی قوم کے سرداروں پر حق واضح ہو چکا تھا جب آپ

☆ اذا کان رب البیت بالدف مولعا .... فشیمة اهل البیت کلهم رقص ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اُن کے خداؤں یعنی بتوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا اور اس عمل کی پوچھ گچھ کے دوران سرداروں سے کہا کہ ان بتوں ہی سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں؟ قرآن بتاتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ جملہ سن کر وہ اپنے ضمیر کی طرف پلٹے اور اپنے دلوں میں کہنے لگے کہ واقعی ہم خود ظالم ہیں مگر پھر ان کی نیت پلٹ گئی اور عصبیت جاہلیہ عود کر آئی: قَالُوْٓا ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ...... قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ...... فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ[۲۱: ۶۲ تا ۶۴]۔ اسی لیے رسالت مآب کی خواہش کے باوجود آپ کو کفار کے مقابلے کے لیے کفار کے مطالبے پر معجزے نہیں دیے گئے بلکہ یہ کہا گیا کہ پہلے بھی یہ معجزے طلب کرتے تھے اور معجزہ دیکھنے کے بعد ایمان نہیں لاتے تھے اور اب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے لہٰذا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے ہم انھیں رفتہ رفتہ خود تباہ کر دیں گے۔ کیونکہ انبیاء کا اصل معجزہ اور حقیقی کمال ان کی دعوت ہوتی ہے ، یہ دعوت عالمی، آفاقی، ابدی، حتمی اور قطعی اور یہ زمان و مکان سے ماوراء ہے، عاد ثمود قوم فرعون وغیرہ کے پاس بھیجے جانے والے انبیاء نے ان قوموں کا مقابلہ ان کی علمیت سے نہیں کیا کیونکہ اس صورت میں برتری افضلیت اور اہمیت ان تہذیبوں تمدنوں اور ان کے علوم مابعد الطبیعیات اور انہی کی علمیت کی قائم ہوتی، حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو یہ نہیں کہا کہ پہلے تعلیم بالغان کے مراکز کھولو، مصری سائنس میں کمال حاصل کرو، مصریوں کی ٹکر کی علمی سطح، آلات، اقدار اور ہتھیار جمع کرو پھر فرعون کو دعوت مبارزت دیں گے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ کچھ کمرے لے کر باجماعت نماز کا اہتمام کرو: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ[۱۰: ۸۷] جادوگر حضرت موسیٰؑ کے جادو پر، ان کے چمکتے ہوئے ہاتھ پر، ان کے عصا کے بل کھا کر نکلنے اور سانپوں کو ہڑپ کرنے کے منظر پر یا حضرت موسیٰؑ پر ایمان نہیں لائے بلکہ اس رب پر اس کے مبعوث کردہ پیغمبر حضرت موسیٰؑ کے ذریعے اور وسیلے سے ایمان لائے جس کی عظمت، ہیبت اور شوکت کا مظاہرہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا وہ اپنے جادو کی حقیقت سے تو واقف تھے لیکن اس کے ظاہری رعب و کمال سے لوگوں کو مرعوب کر کے اپنے کاروبار چلاتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ جب اس شعبدے اور رعب سے مرعوب نہ ہوئے تو ان کو یقین آ گیا کہ یہ ہستی صادق اور سچی ہے اور جس رب کی طرف دعوت دے رہی ہے یقیناً وہی الحق ہے: وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ...... قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [۷: ۱۲۰، ۱۲۱] لہٰذا انھوں نے اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰؑ کے رب پر ایمان لاتے ہیں، جادوگر حضرت موسیٰؑ کے عصا اور ید بیضاء پر ایمان نہیں لائے بلکہ خالقِ کائنات پر ایمان لائے جو ان دیکھا تھا مگر جس کا جلوہ انھوں نے اپنے قلب میں محسوس کر لیا اور چشم باطن سے اس عالم ظاہر کے اصل خالق کا مشاہدہ کر لیا۔ اس ایمان کی طاقت کا اندازہ اس بات سے کیجیے کہ جب فرعون نے ان کو دھمکی دی کہ میں تمھارے ہاتھ پیر کٹوا دوں گا میری اجازت کے بغیر تم ایمان کیسے لے آئے؟ تو وہ اس دھمکی سے مرعوب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہوئے اور راہِ حق میں جان دینے پر آمادہ ہوگئے: قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ...... رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ...... قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ...... لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ...... قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ...... وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ [۷:۱۲۱تا۱۲۶]۔ افسوس کہ عہدِ حاضر کے جدیدیت پسند مسلم مفکرین جادوگرانِ فرعون کے ایمان کی حلاوت، حرارت، اور گہرائی سے یک سر محروم ہیں، اسی لیے مغرب سے اس قدر مرعوب ہیں، اس کے برعکس عہدِ فرعون کے جادوگروں کا ایمان و یقین کس درجے کا تھا، قرآن بتاتا ہے کہ اپنی موت سامنے دیکھ کر ساحروں کا ایمان بڑھ گیا اور وہ بے اختیار کہہ اٹھے ''بہرحال ہمیں پلٹنا اپنے رب ہی کی طرف ہے تو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آگئیں تو ہم نے انھیں مان لیا اے ہمارے رب ہم پر صبر کا فیضان کر اور ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرماں بردار ہوں''۔

جب تک امتِ مسلمہ کو یہ ایقان و یقین اور لذتِ ایمان حاصل نہ ہوگا اسے کبھی عروج نہیں مل سکتا، خواہ وہ سائنس و ٹیکنالوجی میں مغرب سے بھی آگے بڑھ جائیں، مسابقت کا میدان قرآن کی نظر میں دین و ایمان مابعد الطبیعیات کا میدان ہے اپنے رب کا ذکر کرو سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا [۷۳:۸] اصل میدان نظریاتی میدان ہے، نہ کہ اسبابِ دنیا یعنی سائنس و ٹیکنالوجی۔ جب تک امت اس نکتے کی گہرائی تک نہیں پہنچے گی عروج کی خاطر قوم بنی اسرائیل کی طرح مادیت کے صحراؤں میں بھٹکتی رہے گی۔ انبیاء اپنی مابعد الطبیعیات ایمانیات کی بنیاد پر اپنے عہد کے کفر، ضلالت، جہالت و جاہلیت کو دعوتِ مبارزت دیتے ہیں۔ جب سائنس کی بنیاد پر کسی قوم کو، امت یا فرد کو دعوت دی جاتی ہے تو سب سے پہلے آپ اس بات پر ایمان لایا جاتا ہے کہ اس فرد، امت یا قوم کا علمی منہاج یعنی راست حقیقت، اصل سچ اور اصل کسوٹی سائنس ہے ان کے جعلی حق سے الحق کی تائید و تصدیق یا توجیہہ انبیاء کا طریقہ کار نہیں ہے۔ انبیاء اپنے علمی منہاج اور اپنی مابعد الطبیعیات کے سوا ہر شئے فلسفے، علم، تصورِ علم اور منطق کا انکار کرتے ہیں اور صرف اپنے منہاجِ علم کے ذریعے دعوتِ دین دیتے ہیں، اسی لیے حضرت ابراہیمؑ کا موقف قرآن نے بیان کرتے ہوئے قیامت تک کے لیے واضح کر دیا کہ اسلام اور کفر میں مصالحت ممکن نہیں دونوں کا منہاجِ علم اور مابعد الطبیعیات مختلف ہے۔ جو ہماری مابعد الطبیعیات اور منہاجِ علم پر ایمان نہ لائے توحیدِ خالص قبول نہ کرے اس سے ہماری عداوت ہے:

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ

☆ اگر ز باغِ رعیت ملک خورد سیبی ...... بر آورند غلامان او درخت از بیخ ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مِنْ شَیْءٍ رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ [الممتحنہ:۴]

دعوت کے نبوی طریق سے انحراف: خطرناک نتائج:

انبیاء کرام مشرکین کے سامنے خالص دعوت حق پیش کرتے تھے اور وہ دعوت قبول کرلی جاتی تھی لہٰذا آج بھی انبیاء کے بتائے ہوئے طریقے سے دین کی دعوت ہی مطلوبِ دین ہے اس کے سوا دوسرے طریقے محض بدعت ہیں اور یقیناً ناپائیدار بھی اور ان کے نتائج نہایت خطرناک ہیں یہ خطرے تین قسم کے ہیں:

[۱] پہلا خطرہ یہ ہے کہ جس فرد یا قوم کو آپ سائنس کی بنیاد پر دعوت دیتے ہیں اگر سائنس کا وہ مفروضہ کل غلط ثابت ہوا تو آپ کی پوری عمارت منہدم ہوگئی اور دین اس امت اور قوم کے لیے ابدی طور پر ناقابل قبول ہوگیا۔

[۲] دوسرا خطرہ یہ ہے کہ دعوت دین کے لیے انبیاء کا طریقہ ترک کر کے نیا طریقہ ایجاد و اختیار کرنا ہوگا۔ ایسا طریقہ جو مخاطب اور داعی کے مابین مشترک ہو یعنی دعوت مشترکہ اتفاقی نکات کے تناظر میں ہی دی جائے گی، چونکہ توحید و شرک میں اتحاد ممکن نہیں تو دعوت کا مشترکہ نکتہ صرف جدید سائنس ہوگا جس پر کفر و اسلام متفق ہوں گے۔ جس شے، یعنی سائنس، پر دونوں گروہ متفق ہوں گے تو اس کے نتیجے میں بہترین، اعلیٰ اور افضل علم تو سائنس قرار پایا، جس کے باعث دو متحارب اور مخالف گروہوں میں اشتراک کی صورت پیدا ہوگئی۔ سائنس سے حاصل علم عقلی، تجربی، حسی اور اختباری یعنی طبیعی ہوتا ہے جو اس مادی دنیا سے نکلتا اور اس مادی دنیا میں کام آتا ہے، وحی الٰہی اور پیغام نبوی جو خارجی دنیا سے آتے ہیں، پیمانۂ حق ہمیشہ اس دنیا سے باہر ہوتا ہے، اب اس دنیا کے اندر آگیا اور یہ پیمانہ بھی عقلی، تجربی اور طبیعی ہوگیا۔ اس کے نتیجے میں پیمانہ یہ طبیعی دنیا اور اس دنیا کا انسان اور اس کا طبیعی علم سائنس بن گئے یہ خطرناک ترین راستہ ہے۔

[۳] تیسرا خطرہ جو مسلمانوں کو درپیش ہے وہ یہ کہ جب قرآن کی علمی تفسیر یعنی سائنسی تفسیر سائنسی دلائل کی بنیاد پر لوگوں کا ایمان تازہ کرے گی تو یہی ان کا مزاج یعنی لوگوں کا شعور فطری شعور کے بجائے سائنسی شعور بنتا چلا جائے گا تازگی ایمان کے لیے روزانہ تازہ سائنسی دلیلیں مہیا کرنا ہوں گی اور سائنس کے بدلتے ہوئے دھارے کے ساتھ ساتھ قرآن کے تفسیری مطالب بھی بدلنے ہوں گے ورنہ عوام الناس غیر سائنسی تفسیر قبول نہ کریں گے۔ جس طرح آج کل آبِ زم زم کے کمالات علم آبیات کے مختلف سائنس داں ثابت کر رہے ہیں کہ اس میں نمکیات، حیاتیات اور بے پناہ فوائد کا خزانہ چھپا ہوا ہے، اب مسلمان آب زم زم اگر اس لیے پی رہے ہیں کہ سائنس نے اس کی شہادت دی ہے گویا آب زم زم کی برکت پر ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم و ہدایت سے منتقل ہوکر سائنس کے اعداد و شمار اور شبہات پر قائم ہوگیا، کل کوئی بہت بڑا سائنس داں اپنے تجربات و تحقیقات سے ثابت کردے کہ آب زم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زم صحت کے لیے ہمیشہ سے خطرناک رہا ہے اس کا استعمال ترک کر دینا چاہیے تو جدید سائنسی ذہن جس کی بنیاد سائنس کے منہاج علم پر تعمیر ہوئی ایک لمحے کے توقف کے بغیر آب زم زم کا استعمال یقیناً ترک کر دے گا کیونکہ عقل و عشق کی تربیت سائنسی منہج [Scientific Paradigm] پر ہوئی ہے، اگر عشق و عقل کی تربیت ایمانیات کی سطح پر عقیدے کے منہاج میں ہو تو مسلمان قیامت تک آب زم زم پیتے رہیں گے۔ خواہ سائنس اس پانی کے استعمال کے ایک لاکھ نقصانات ثابت کر دے، یہ رویہ پیغمبر کی اتباع میں ہوگا نہ کہ سائنس کی تقلید میں۔ مسلمان حج و عمرے کے موقع پر سر منڈواتے ہیں اب اس کی سائنسی تشریح و توجیہہ اس عمل کے حق میں کر دی جائے تو لوگ بغیر حج و عمرہ کے بھی سائنسی صحت کی خاطر سر منڈانے لگیں گے کہ اس کے بہت سے سائنسی، طبی، مادی، طبیعی اور نفسیاتی فائدے ہیں، لیکن اگر کل یہ سائنسی توجیہہ آ جائے کہ اُسترے سے سر منڈایا جائے تو بالوں کی نشو و نما متاثر ہوتی ہے سر کی باریک رگیں سکڑ جاتی ہیں جس سے خون کی روانی میں فرق آ جاتا ہے اور گنج پن کے خطرات نوے فی صد بڑھ جاتے ہیں تو لوگ سر منڈانا ترک کر دیں گے بلکہ عقیقے کی رسم بھی ختم ہو جائے گی۔ تحنیک کی سنت جس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کھجور چبا کر نومولود کے تالو پر لگا دیتے تھے اب امت مسلمہ میں تقریباً متروک ہوگئی ہے ،اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ لوگوں کو یہ سنت یاد ہی نہیں رہی اور جدیدیت کے طوفان باد و باراں میں بے شمار روایتوں کے ساتھ ساتھ یہ دینی روایت بھی گرد و غبار میں دب گئی ہے، دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ اب محلّوں اور بڑے گھرانوں سے بزرگوں کا تقریباً خاتمہ ہوگیا ہے پہلے ہر محلے ہر گھرانے میں کوئی نہ کوئی بزرگ ہستی ایسی موجود رہتی تھی جس کا علم اور ایمان اور عمل اس بستی، محلے، علاقے اور خاندان کے لیے سورج کی طرح روشن ہوتا تھا۔ جدید تعلیم کے عام ہونے کے بعد ایسی نسل ختم ہوگئی اور جدید تہذیب کے بوڑھے بھی جوانوں سے آگے نکل گئے ہیں لہٰذا لوگ اس رسم کو زندہ کرنے کے لیے کن کے پاس جائیں؟ بزرگوں کی جگہ اب دنیادار بوڑھے رہ گئے ہیں جو دنیاداری میں جوانوں سے پیچھے نہیں رہتے۔ جدید سائنس سے مرعوب اذہان اور قلوب و دماغ فوراً کہہ دیں گے کہ کھجور میں لعاب ہوتا ہے لعاب غیر سائنسی شے ہے اس میں جراثیم ہوتے ہیں لعاب کا تالو پر لگانا حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق نہیں ہے تو کیا سائنس کی تائید میں سنت رسول ترک کر دی جائے؟ سائنسی ذہن ترک سنت رسولؐ میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ ہم سر اپنے پیغمبر کی سنت کے اتباع میں منڈاتے ہیں خواہ سر پر بال آئیں یا ہم ہمیشہ کے لیے فارغ البال ہو جائیں، اتباع سنت محمدیؐ لازم ہے اس کی بنیاد نقلی دلیل پر ہے عقلی دلائل کی اساس پر نہیں۔ یہ سوال کہ اگر اس عمل کی کوئی عقلی سائنسی منطقی توجیہہ مل جائے تو کیا حرج ہے؟ ذراس ضمن میں تمام سابقہ دلائل اس حرج کی شرح و تفصیل میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

قرآن نے حکم دیا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے خاموشی سے سنا جائے اس حکم کی موجودگی میں اگر آیات قرآنی پیش کرنے پر حاضرین تالیاں پیٹیں تو یہ عمل نص کی خلاف ورزی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔قرآن العلم ہے جسے علم کے حاصل ہو اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ قرآن سن کر سجدے میں گر جاتا ہے: قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا [۱۷:۱۰۷] علم کا تقاضا سجدہ ہے جو سجدے سے محروم ہے وہ علم اور علم کی روح اور لذت سے محروم ہے اسی لیے فقیہہ اگر عابد، اور ساجد نہ ہو تو وہ فقیہہ نہیں علم ڈھونے والی مخلوق ہے: مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ [۵:۶۲] جس کی آواز خدا کو سب سے زیادہ ناپسند ہے: وَاقْصِدْ فِیْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [۱۹:۳۱] قرآن نے العلم اور الحق سے منہ موڑنے والے کو جنگلی گدھے سے بھی تشبیہ دی ہے جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑتے ہیں: كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ [۷۴:۵۰] فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ [۷۴:۵۱] اس کے برعکس قرآن اہل علم اور اہل سجدہ کا مرتبہ بتاتا ہے کہ یہ وہ خوش نصیب لوگ جن کے لیے دنیا میں بھی بھلائی تھی اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی ان کے حق میں بہتر تھا [۱۶:۳۰] جو یوم آخرت اپنے اصل علم کی بناء پر نفس کو علم سمجھنے والوں کے بارے میں بتائیں گے۔ اہل علم اہل سجدہ ہیں جن کو قیامت کے دن کیا اعزاز حاصل ہوگا؟ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْیَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ [۱۶:۲۷]۔ اس لیے قرآن میں اہل علم کی شان یہ بتائی گئی کہ جب وہ رحمان کی آیات سنتے ہیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے ہیں: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ وَ مِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا [۱۹:۵۸] بے علم وہاں سجدہ نہ کر سکے گا اسی لیے پروفیسر کیتھ مور سجدے کی نعمت سے محروم ہیں۔ یہ اہل علم ہوتے تو سجدے میں گر جاتے، علم کا تقاضا مطالبہ اور حاصل صرف سجدہ ہے جو عالم ساجد اور عابد نہ بنے وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ قرآن نے ایسے لوگوں کو گدھے [حمار] اور کتے [کلب] سے تشبیہ دی، انھیں مخلوقات میں سب سے بدترین مخلوق [شر الدواب] قرار دیا ہے۔ سورۃ اعراف میں طالب دنیا دین داروں کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے بتایا گیا کہ اس کی حالت کتے جیسی ہوگی: وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ...... وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ [۷:۱۷۵، ۱۷۶]۔ اسی لیے قرآن بتاتا ہے کہ جو دنیا میں علم حاصل کر کے یا علم کے بغیر سجدہ نہیں کرتا وہ قیامت کے دن بھی سجدہ نہ کر سکے گا جو نفس، مال اور دنیا کی سجدہ گاہ پر سر نیاز جھکاتا ہے وہ حقیقی الٰہ کے سامنے کیسے جھک سکتا ہے؟ جو پیشانی غیر اللہ کے سامنے جھک جائے وہ اللہ کے سامنے جھکنے کے

از مکافات عمل غافل مشو ☆☆☆ گندم از گندم بروید جو ز جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرف سے محروم ہو جاتی ہے:۔ یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّیُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ خَاشِعَۃً اَبۡصَارُہُمۡ تَرۡہَقُہُمۡ ذِلَّۃٌ وَقَدۡ کَانُوۡا یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ وَہُمۡ سٰلِمُوۡنَ [۶۸:۴۲] [۶۸:۴۳] قرآن بتاتا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں علم والے تھے انھیں دنیا میں بھی آخرت کا علم حاصل تھا دنیا کو جاننے اور آخرت کی حقیقت پہچاننے کے لیے العلم کی ضرورت ہوتی ہے یہی علم دنیا بھی سنوارتا ہے اور آخرت بھی بناتا ہے، اہل دنیا اس علم کو علم ہی نہیں سمجھتے۔

اس سوال پر غور کی ضرورت ہے کہ نائیک صاحب کی خطابت سے مسحور ہونے والے قرآن سن کر سجدے کرنے کے بجائے تالیاں کیوں بجاتے ہیں؟ ان دونوں کے مابین کیا رشتہ ہے؟ داعی، مناظر اور متکلم کا کام لوگوں تک صرف علم پہنچانا، صرف دلائل کا طومار لگانا، صرف حوالوں پر حوالے پیش کرنا محض خطابت کا جادو جگانا، صرف لفظوں کی جھنکار اور لہجے کی للکار سے سحر طاری کرنا نہیں بلکہ ان کی تربیت، تزکیہ، اصلاح اور تذکیر کرنا بھی ہے، اسلامی تاریخ میں کبھی قرآن کی آیات پر تالیاں پیٹنے کی روایت نہیں ملتی قرآن کی آیات پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا اس کا حوالہ دینا اس سے استدلال کرنا عین عبادت ہے، اس عبادت کے درمیان تالیاں پیٹنا یا پٹوانا مشرکین مکہ کا طرز عمل تھا جس کی قرآن نے جا بجا مذمت کی سورۃ انفال میں اس معاملے کی منظر کشی کرتے ہوئے خالق ارض و سماء فرماتے ہیں: وَمَا کَانَ صَلَاتُہُمۡ عِنۡدَ الۡبَیۡتِ اِلَّا مُکَآءً وَّ تَصۡدِیَۃً فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ [سورۂ انفال:۳۵] ترجمہ: بیت اللہ کے پاس ان لوگوں کی نماز کیا ہوتی ہے بس سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے ہیں، ذاکر نائیک صاحب نے اپنے خطیبانہ معرکوں میں داد وصول کرنے کے لیے آیات قرآن پر تالیاں بجوانے کی جس روایت و ثقافت کو فروغ دیا ہے وہ روایت اسلامی تہذیب و اخلاقیات کے ملبے پر تعمیر ہوئی ہے۔ پندرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں کسی مناظر، مفکر، مفسر، محدث کی خطابت تقریر، درس، وعظ، مجلس، محفل میں قرآنی آیات کے حوالوں پر نہ کبھی تالی بجائی گئی نہ کبھی بجوائی گئی۔ دین سنجیدگی، تحمل اور بردباری کا نام ہے، شو بزنس، چھچھورپن، شور شرابے، دھوم دھڑکے اور ہلے گلے کا نام نہیں، جناب ذاکر نائیک نے اپنی نشستوں میں قرآنی آیات پر تالیوں کے ذریعے امت مسلمہ کی پندرہ سو سالہ تاریخ و تہذیب و روایت بدل دی ہے اور اس امت کو احساس تک نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا، وہ خطابت کے سحر میں اور تالیاں پیٹنے کے مرض میں مبتلا ہیں، جو قومیں صرف تالیاں بجا کر فتح کے شادیانے نکالتی ہیں وہ تاریخ میں تالیوں کی گونج بن کر مقید ہو جاتی ہیں۔ دین، ہڑل، لہو و لعب، میلے ٹھیلے، ہنگامے، شور شرابے، دھوم دھڑکے اور تماشے کا نام نہیں، عصر حاضر کے مسلمانوں کو دین بھی اسی رنگ و آہنگ اور اسی اسلوب میں پسند آتا ہے جو مغرب کو مطلوب ہے۔ قرآن نے اہل کفر کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ وہ جب اللہ کی آیات سنتے ہیں تو شور و غل کرتے: ھزوا اور لھو و لعب میں مبتلا ہوتے تالیاں پیٹتے سیٹیاں بجاتے مسخرہ پن کرتے مضحکہ اڑاتے ہیں فَاتَّخَذۡتُمُوۡہُمۡ سِخۡرِیًّا حَتّٰۤی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ وَ کُنۡتُمۡ مِّنۡہُمۡ تَضۡحَکُوۡنَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[۱۰:۲۳] یہ وہ لوگ ہیں جو شک میں پڑے کھیل رہے ہیں: بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ [۹:۴۴] یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے تو ان سے کہو کیا تمھاری ہنسی اور دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ ہی ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ [۹:۶۵]۔ جبکہ مومنین بردبار اور متحمل مزاج ہوتے ہیں لیکن قیامت کے دن کفار پر ضرور ہنسیں گے: فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ [۸۳:۳۴] اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ [۱۶:۹۸] قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھو: اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا [۷۳:۴]، اور جب قرآن پڑھایا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے: وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [۷:۲۰۴] قرآن اپنے منکرین کا رویہ یہ بتاتا ہے کہ وہ قرآن سن کر تالیاں پیٹتے ہنستے ہیں مگر روتے نہیں ہیں اور گا بجا کر انھیں ٹالتے ہیں جبکہ قرآن حکم دیتا ہے کہ تالیاں نہ پیٹو، سیٹیاں نہ بجاؤ، گا بجا کر ٹالنے کی کوشش نہ کرو بلکہ جھک جاؤ اللہ کے آگے اور بندگی بجالاؤ: اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ...... وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ...... وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ...... فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا [۵۳:۵۹،۶۰،۶۱،۶۲] عہد حاضر کے خدا سائنس پر ایمان اور اس کائنات کے حقیقی الٰہ مالک الملک پر یقین ساتھ ساتھ نہیں رہ سکتے۔ سائنس سے اسلام کو ثابت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مادی خدا کے ذریعے حقیقی الٰہ تک رسائی حاصل کی جائے لہٰذا سائنس اور اسلام کی بات کرنے والے عملاً دو خداؤں کے ذریعے اس کائنات کی تفہیم وادراک پر اصرار کرتے ہیں، جبکہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ دو خدا نہ بنالو خدا تو بس ایک ہی ہے: وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ [۱۶:۵۱]، پھر کیا تم اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے ڈرو گے: وَ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ لَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ [۱۶:۵۲]۔ ان تمام دلائل کی روشنی میں ہم ذاکر نائیک صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کریں گے: قُلْ ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ [البقرہ۱۶] تم کہو تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ کو زیادہ علم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

القسم العربى

مجلة الفقة الاسلامى

تصدر من
اكاديمية الفقة الاسلامى المعاصر
ص ب ١٧٧٧٧ گلشن اقبال
كراتشى باكستان

رئيس التحرير
الاستاذ الدكتور / نوراحمد شاهتاز

.......☆.......

مساعد رئيس التحرير
الاستاذ غلام نصير الدين نصير
الدكتور محمد صحبت خان

فهرس الموضوعات

مسألة تعارض الضررين فى الفقه الاسلامى المقارن
الدكتور عبدالجبار شرارة ٧١

© rasailojaraid.com